حضرت مسعود ملت علیہ الرحمہ

بحیثیت شارح امام ربانی

از

محمود علی مسعودی

تقدیم

مولانا جاوید اقبال مظہری

امامِ ربانی فاؤنڈیشن کراچی، اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء

تو بات واضح ہو جاتی ہے۔

(اور یہ تمام باتیں جو حضور داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے فرمائیں ہمارے سامنے آجاتی ہیں کہ جس طرح سے شان مجددیت اور اس کے مقام پر لوگوں کا حسد اور کج ذہنی سامنے آئی)

بے اصول فقراء کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ان کی خواہش کے مطابق کام کیا جائے خواہ غلط ہو تو وہ اس پر خوش ہوتے ہیں اور اگر درست کام کیا جائے جو ان کی منشاء کے مطابق نہ ہو تو اس پر ناراض ہوتے ہیں۔

بے علم صوفیاء (جاہل)

وہ لوگ جنہیں کسی عالم باعمل یا کسی پیر کامل کی صحبت نہ مل سکی ہو یا انھوں نے اپنے قلب کی کجی کی جہ سے قبول نہ کیا ہو تو وہ اپنی بے علمی اور جہالت کے سبب اللہ کے خاص بندوں کے مقام پر خود کو فوقیت دیتے ہیں اور خود کو سب سے اونچا سمجھتے ہیں یہ لوگ نرے جاہل ہیں۔ جبکہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ولایت کوئی اور شے نہیں صرف اپنے علم پر عمل کر لینے کا نام ہے۔ گویا علم نافع شریعت اور طریقت کی ابتدا ہے اور اللہ رب العزت جب کسی ذات میں جمع کر دے تو اسے اپنے دور کا سب سے اعلیٰ مقام عطا فرماتا ہے۔''

اور اگر ہم اس دور میں نگاہ دوڑائیں تو ہمیں علم شریعت، طریقت عمل اور دیگر خصائص کا پیکر صرف حضور مسعود ملت کی ذات ہی نظر آتی ہے۔

لہٰذا آپ کی ذات گرامی مظہر علوم قرآن اور فرمودات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ ہی اصول دین اور سلف وخلف کی یادگار ہیں۔

آپ ہی آنے والوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ آپ کی ذات جامع الکمالات ہوئی۔ اس لیے آپ سلف صالحین کے شارح ہیں۔ جو ذات جامع الکمالات ہو وہی اپنے دور کا مجدد ہوتا ہے بلاشبہ اس دور میں جامع الکمالات حضور مسعود ملت کی ذات گرامی ہی نظر آتی ہے۔

لہٰذا آپ ہی مجدد العصر ہیں۔

☆......☆......☆

حضرت مسعود ملت
بحیثیت شارح امام ربانی

☆

از

محمود علی مسعودی

☆

تقدیم

مولانا جاوید اقبال مظہری

امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی

۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء

حقوق طباعت محفوظ ہیں

نام.................. حضرت مسعود ملت بحیثیت شارح امام ربانی

تحریر.................. محمود علی مسعودی

تقدیم.................. مولانا جاوید اقبال مظہری

حروف ساز.................. قاری محمد شریف کمبوہ 0345-8852191

سنہ اشاعت.................. ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء

طابع.................. حاجی محمد الیاس مسعودی

صفحات.................. ۳۲

ناشر.................. امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی

ملنے کے پتے

☆

☆......ادارۂ مسعودیہ، ۲/۶، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی (سندھ)

☆......ضیاء الاسلام پبلی کیشنز، محمد بن قاسم روڈ آف محمد علی جناح روڈ، کراچی (سندھ)

☆......ضیاء القرآن پبلی کیشنز، انفال سینٹر، اردو بازار، کراچی (سندھ)

☆......مکتبۂ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی (سندھ)

انتساب

فقیر اپنی اس پہلی حقیر کاوش کو محبی و محتشمی عالم شریعت، کشتۂ عشق رسول، واقف رموز حقیقت، سیدی وسندی و مرشدی مجدد العصر مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ کی جانب منسوب کرتا ہوں جن کی نگاہ عنایت میرے لیے دونوں جہانوں کی (میراث) گراں قدر سرمایہ ہے۔ جن کی فیضانِ کرم سے مجھ جیسے بہت سے راہِ ہدایت کے مسافر بنے اور دوسروں کو بھی اس راہ پر لا رہے ہیں۔

سگِ سگانِ مسعود ملت

محمود علی مسعودی

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

کشف الدجیٰ بجمالہٖ

حسنت جمیع خصالہٖ

صلوا علیہ وآلہٖ

علیہ الصلوٰۃ والسلام

کلامِ شیخ سعدیؒ

کتبہٗ گوہر قلم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تقدیم

خلیفہء مسعودملت مولانا جاوید اقبال مظہری

☆☆

اللہ سبحانہٗ وتعالٰی اپنے دین کی جلیل القدر خدمات کے لیے شخصیات کا انتخاب فرماتا ہے۔ان جلیل القدر شخصیات میں عالم اسلام کے عظیم روحانی پیشوا نبھانی العصر سعادت لوح وقلم نائب امام ربانی ، ماہر رضویات حضرت قبلہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعوداحمد صاحب علیہ الرحمۃ کی ذات گرامی ہے۔جو اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز اور مرشد نامی مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی کی دعاؤں کے سبب اہل سنت کے بے تاج بادشاہ اور پندرہویں صدی کے عظیم مجدد کی حیثیت سے اس دنیا سے رخصت ہوے۔پروفیسر شمسی طہرانی مظہری کا یہ شعر مرقدِ مسعودملت پر کندہ ہے کہ

مجدد بہ ایں عصر چوں رخت بست
زدارِ فنا تا دیارِ بقا

حضرت قبلہ مسعود ملت نے ساری زندگی اپنے آقا و مولٰی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر واذکار اور ان کے محبوبوں کے ذکر واذکار میں گزار دی۔

انھوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو نہ صرف عام کیا بلکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر اور عشق ومحبت کی بھی اشاعت فرمائی اور یہی داغِ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لیے دنیا سے رخصت ہوے۔

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

حضرت مسعود ملت نے اپنے وقت کے دو مجددوں پر علمی وتحقیقی کام کیا، وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ طریقت تھے اگرچہ تمام سلاسل میں اجازت وخلافت حاصل تھی۔ان کی رگ رگ مجددی تھی، انھوں نے سب سے پہلے قیوم زمانی، شہباز لامکانی، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ عنہ پر اپنے علمی وتحقیقی کام کا آغاز ۱۹۶۰ء میں کیا اور امام ربانی پر ایک بسیط مقالہ تحریر کیا جو معارف اعظم گڑھ میں ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۱ء کے درمیان نو قسطوں میں شائع ہوا تھا۔بعد میں اس کو الفرقان (لکھنو) نے بھی آٹھ قسطوں میں نقل کیا تھا، اس کا ایک حصہ لاہور کے مجلّہ ایشیا نے بھی نقل کیا تھا۔گویا یہ مقالہ مقبولیت کے درجہ کو پہنچا اور حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ نے اس مقالہ پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اس مکتوب گرامی میں اس دعا سے سرفراز فرمایا:

''حضرت مجدد الف ثانی کے مقالہ کی خبر نے نہایت درجہ محظوظ کیا، مولیٰ تعالیٰ تمھیں تمہارے جد امجد (شاہ محمد مسعود محدث دہلوی) کا مظہر بنائے''

(مکاتیب مظہری، مطبوعہ ۱۹۹۹ء، ص ۳۵۷)

حضرت مسعود ملت نے ۱۹۷۰ء سے مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ پر علمی وتحقیقی کام کا آغاز فرمایا اور ساری دنیا میں اعلیٰ حضرت کی علمی وعبقری شخصیت کو روشناس کرا کر رضویات کے بین الاقوامی ماہر کا اعزاز حاصل کیا، لگ بھگ تیس پینتیس سال اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر علمی و تحقیقی کام کیا، اس دوران وقفہ وقفہ سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی پر تصانیف وتالیفات منظر عام پر آنے لگیں، آخر کار ۲۰۰۱ء میں جہان امام ربانی مجدد الف ثانی کے عظیم انسائیکلوپیڈیا پر علمی وتحقیقی کام کا آغاز ہوا اور ۲۰۰۵ء تا ۲۰۰۸ء تک جہان امام ربانی کی پندرہ جلدیں منظر عام پر آئیں اور ساری دنیا میں اس کا شہرہ ہو گیا۔ اور کہنے والوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ کسی علمی وروحانی شخصیت پر گزشتہ چار سو برس سے اتنا عظیم کام نہیں ہوا۔

حضرت مسعود ملت نے دو مجددوں پر عظیم علمی و تحقیقی اور سب سے بڑھ کر تجدیدی کام کیا۔ حضرت مسعود ملت کی سیرت طیبہ اور علمی وتحقیقی کارناموں کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ہر عمل میں شروع سے آخر تک تجدیدیت ہی تجدیدیت نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ برصغیر پاک وہند کے علماء ومشائخ نے مجدد صدی کی ان شرائط کی روشنی میں جو حیات اعلیٰ حضرت جلد اول مطبوعہ دہلی شائع کردہ رضا اکیڈمی ۲۰۰۳ء مرتبہ مطیع الرحمٰن رضوی کے صفحات نمبر ۱۲۳ تا ۱۳۲، ۱۳۸، ۱۳۹ اور ۱۴۰ میں بیان کیے گئے ہیں۔ حضرت مسعود ملت کو پندرہویں صدی کا مجدد تسلیم کیا اور دنیا نے ان کو ماہر رضویات اور شارح امام ربانی تسلیم کیا۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کے بانی وصدر سید ریاست علی قادری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ دنیائے رضویت پر آپ کی خدمات واحسانات کا بدلہ اگر پوری دنیائے رضویت بھی ادا کرنا چاہے تو ناممکن ہے۔ اس کا صلہ آپ کو اعلیٰ حضرت کی فیض سامانی ہی کی صورت میں ان شاء اللہ ملے گا اور مل رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی روح مقدسہ آپ سے کس قدر خوش ہے اس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا۔ کاش اس خوشی کا کروڑواں حصہ مجھے بھی مل جائے'' (تذکار مسعود ملت، ص ۲۹۰)

۲۰۰۰ء میں راقم الحروف نے ازہر یونیورسٹی قاہرہ (مصر) کی استاد پروفیسر نبیلہ اسحاق چوہدری کی کتاب امام احمد رضا اور مسعود ملت پر ایک ابتدائیہ تحریر کیا تھا اس کا اقتباس پیش خدمت ہے:

''حضرت مسعود ملت کی علمی اور ادبی خدمات کا آغاز ۱۹۵۱ء سے ہوگیا تھا۔ ۱۹۵۸ء تا ۱۹۷۰ء دوسرے علمی اور ادبی موضوعات پر قلم وقرطاس کے جوہر دکھاتے رہے یہاں تک کہ پاک وہند کے ادبی وعلمی حلقوں میں مشہور ومعروف ہوگئے

(ماہنامہ منادی، نئی دہلی، دسمبر ۱۹۶۲ء)

اس زمانے میں حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کا ذکر کرنا جدید علمی حلقوں میں ''جہل'' کی علامت سمجھا جاتا تھا، اس لیے امام

احمد رضا کی شخصیت پر کام کرنے کے لیے بڑی ہمت اور حوصلہ اور ایثار و قربانی کی ضرورت تھی۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جب اپنے کسی بندے کو اپنے حبیب لبیب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب بنانا چاہتا ہے تو اس کا شمار اپنے جلیل القدر بندوں میں کر دیتا ہے اور ان سے وہ کام لیتا ہے کہ زمانہ حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ اس نے اپنے حبیب لبیب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی شخصیت پر کام کرنے کے لیے ایک نقشبندی مجددی فاضل یعنی ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا انتخاب فرمایا، بلاشبہ حضرت مسعود ملت فکر رضا کے شارح ہیں۔ حضرت مسعود ملت نے ۱۹۷۰ء میں ماضی کی علمی و ادبی خدمات کے سلسلہ کو روک کر عظیم قربانی دی اور نئے سفر کا آغاز کیا یعنی امام احمد رضا پر تحقیقی اور علمی کام شروع کیا، یہاں تک کہ جس شخصیت پر کام کرنا ''جہل'' کی علامت سمجھا جاتا تھا وہ علم کی علامت سمجھا جانے لگا، اس انقلاب کی حقیقی اہمیت و عظمت کا اندازہ محقق و مدبر علماء و دانشور ہی کر سکتے ہیں۔''

(امام احمد رضا اور مسعود ملت، از پروفیسر نبیلہ اسحاق چودھری، ازہر یونیورسٹی، قاہرہ، مصر، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۰ء، ص ۲)

بریلی شریف بھارت کے معروف اسکالر ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی ماہنامہ

جہان رضا لاہور میں لکھتے ہیں:

''۱۹۸۴ء میں مسعود ملت نے امام احمد رضا کی دینی، تحریری، ملی، علمی، سماجی، اصلاحی، ادبی اور سائنسی کارناموں پر جب بہت ہی علمی و تحقیقی اور دلکش و دلنشین پیرائے میں کتاب ''حیات امام اہل سنت''، لکھی تو مخالفین رضا میں بھونچال آ گیا، آپ مخالفین رضا کی بوکھلاہٹ اور مؤرخین کے ظلم و تعصب کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں:

ہم تو احمد رضا کو دفن کر چکے تھے فلاں پروفیسر نے قبر سے نکال کر زندہ کر دیا اب دوبارہ دفن کرنے میں نصف صدی لگے گی''

(ماہنامہ جہان رضا، شمارہ اگست ۲۰۰۸ء، ص ۴۵، بحوالہ اُجالا، ص ۴۸)

بانی و مہتمم دارالقلم دہلی علامہ یٰسین اختر مصباحی اس حقیقت کو آشکارا کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ مسعود ملت نے نہ صرف دو مجددوں پر تجدیدی کارنامہ انجام دیا بلکہ انھوں نے مختلف موضوعات کو قرطاس و قلم کی زینت بنایا چنانچہ فرماتے ہیں:

''پروفیسر محمد مسعود احمد کے سیال و گوہر قلم کے نقوش فکر ہزاروں صفحات پر درخشندہ و تابندہ ہیں، مختلف موضوعات پر انھوں نے بہت کچھ لکھا اور لکھنے کا حق ادا کر دیا، تحقیقی اور ادبی رنگ ان کی تحریر پر غالب ہے، ان کا اسلوب تحریر نہایت ممتاز اور منفرد ہے اور مذہبی میدان کے وہ ایک ایسے حقیقی صاحب طرز ادیب ہیں

جن کا قاری ایک ایسے عالم رنگ و بو میں پہنچ جاتا ہے جہاں ہرطرف نکہت ونور کی بارش عطروعنبر سے معمور فضا میں اس کا سارا وجودسرشاراورمشک بار ہو جاتا ہے۔

ان کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ بیک وقت انھوں نے اپنے اپنے عہد کے دو مجدد دین اسلام کی حیات وخدمات اوران کی تعلیمات و ہدایات کو دنیا کے سامنے عصری اسلوب میں پیش کیااوران کا نقش و نگارہ واضح و روشن کرنے اورصحیح خط وخال نمایاں کرنے میں انھوں نے اپنی قلمی توانائیاں صرف کردیں، اورانھوں نے جولکھا اسے ماننے پر ایک بہت بڑے طبقے کو مائل اور مجبور کردیا۔

نقشبندی اور مجددی ہونے کے ناطے ان کا پہلا فرض تھا کہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی (وصال صفر ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کے افکارو تعلیمات کو عام کریں، چنانچہ انھوں نے اپنا یہ فریضہ بہ حسن وخوبی انجام دیااورعمر کے آخری حصہ میں جہان امام ربانی کے نام سے ضخیم مجلدات پر مشتمل جو بے نظیر اور گراں قدر کارنامہ انجام دیا وہ آب و زر سے لکھے جانے کے قابل اور لائق صد تحسین وآفرین ہے۔

چودہویں صدی ہجری کے مجدد امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی (وصال صفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) سے

کوئی سلسلۂ تلمذ و بیعت نہ ہونے کے باوجود پروفیسر
محمد مسعود احمد نے لگ بھگ ۳۵ رسال تک رضویات پر جتنا
معیاری اور وقیع کام کیا یہ انھیں کا حصہ ہے۔انھوں نے امام احمد
رضا پر کتب و مقالات خود لکھنے کے ساتھ بہت سے اصحاب علم
وقلم کو اس جانب متوجہ کیا۔ ان کی رہنمائی بھی کی اور آخری
مرحلے تک ان کا تعاون بھی کیا۔ ہندو پاک سے امریکہ تک کی
یونیورسٹیوں کے جتنے ریسرچ اسکالروں نے اس موضوع پر اپنا
مقالۂ ڈاکٹریٹ مکمل کیا ہے وہ سب کے سب آپ کے ممنون
کرم ہیں اور آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں''

(رئیس الفقہاء، مطبوعہ ۱۹۸۹ء)

حضرت قبلہ مسعود ملت کے محبّ خاص اور مرید برادرم مولانا محمود علی مسعودی نے نویں امام ربانی کانفرنس کے موقعہ پر ایک مقالہ تحریر کیا تھا، جس کا عنوان تھا ''حضرت مسعود ملت بحیثیت شارح امام ربانی'' جو انھوں نے امام ربانی کانفرنس کے موقع پر پڑھا، جس کی علماء کرام و مشائخ عظام نے تحسین فرمائی۔اب یہ مقالہ کتابی صورت میں منظر عام پر آرہا ہے۔

برادرم محمود علی مسعودی درس نظامی سے فارغ ہیں اور حضرت مسعود ملت سے شرف بیعت رکھتے ہیں۔اور حضرت کے فیض کے صدقے اور دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے محمود علی مسعودی سے جامع مسجد گیلان آباد و جامعہ غوثیہ قادریہ تعمیر کروائیں، حضرت کی دعاؤں اور نگاہ کے صدقے یہ دیگر کئی مساجد اور دارالعلوم ور

کے عہد یدار اور خادم ہیں اور حضرت کے فیض کے صدقے خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف محافل میں اپنی تقریر سے سامعین کے قلوب کو محظوظ فرماتے ہیں۔ اب انھوں نے تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھا ہے جو ان کے مرشد کریم کا محبوب مشغلہ ہے۔ انھوں نے اپنی تصنیف و تالیف کا آغاز اپنے مرشد کریم کے ذکر و اذکار سے کیا ہے جو مورد تجلیات الٰہی، قطب الواصلین، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، نبھانی العصر، سعادت لوح و قلم، مجدد عصر، نائب امام ربانی، ماہر رضویات اور مسعود ملت ہیں۔ جو رہبر شریعت بھی ہیں اور پیر طریقت بھی، جو ایک عالم کے رہبر و رہنما اور مقتدیٰ ہیں۔ جو اپنے والد ماجد اور مرشد نامی مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اور ان کی دعاؤں کا حاصل ہیں۔ جو اپنے جد امجد فقیہ الہند شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے مظہر ہیں اور جن کا فیض علمی و روحانی فیض چار دانگ عالم میں جاری ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ برادرم محمود علی مسعودی کی اس علمی کوشش کو قبول فرمائے، ان کے علم اور عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کو ہمیشہ اپنے مرشد کریم کے فیض سے مالا مال فرمائے۔ آمین اور ان کو اپنے اور اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں استغراق عطا فرمائے۔ آمین

احقر جاوید اقبال مظہری
خلیفہ مسعود ملت بانی و صدر
امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی

۲۰ / مارچ ۲۰۰۹ء
بروز جمعۃ المبارک

نہ میرا یار کبھی مجھ پہ مہربان ہوتا
نہ کرم ہوتا تو رب جانے کہاں ہوتا
نہ کھلتے پھول کبھی صدر لالہ زاروں میں
ستم کے سر پر میرے برق آسماں ہوتا
فضول لہو و لعب میں بے کار دن جاتے
کہ دل پہ ہر گھڑی بد وسوسہ جواں ہوتا
نظر میں ہر گھڑی ہوتا نہ جلوۂ جاناں
تو میری صبح نہ پھر صبح بہاراں ہوتا
ہوتا دل اپنا بھی مالک پہ جھکانا مشکل
ہر گھڑی دل پہ نحوست کا دھواں ہوتا
ہمارے سینے میں ہوتی گناہ کی کائی
تو کبھی فیض کا چشمہ نہ رواں ہوتا
شکر اے محمود کرو یہ فیض خداوندی ہے
ورنہ مرشد سے تیرا رابطہ کہاں ہوتا

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

"اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ"

"سن لو بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم، وہ
جوایمان لائیں اور پرہیزگاری کرتے ہیں"

جو اللہ کے دوست ہیں انھیں نہ خوف ہوتا ہے نہ رنج ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا شعار تقوٰی اور ایمان ہے۔ گویا ولی کے دو بازو ہیں ایک ایمان اور دوسرا تقوٰی۔ جب اللہ کے خاص بندے اپنے اندر ایمان اور تقوٰی کو درجہ کمال تک لے جاتے ہیں تو مقام ولایت پا لیتے ہیں۔

کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ اپنا دوست کہتا ہے۔ یہ بڑے شرف کی بات ہے کیونکہ قرآن پاک اللہ پاک کا کلام ہے تو کچھ لوگوں کو یہ شرف عطا کرتا ہے کہ انھیں اپنا دوست بتا رہا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جو اللہ کے دوست ہیں وہ اپنی ولایت کا اعلان خود نہیں کرتے پھرتے بلکہ ان کی ولایت کا اعلان اللہ کرتا ہے تو یہ اللہ کے دوست ہوئے۔ اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کے دشمن بھی ہیں۔

کچھ لوگوں کو اپنا دوست کہہ کر پکارا۔ قرآن پاک میں جا بجا ایسے مقامات ہیں کہ اللہ نے دو گروہوں کا ساتھ ساتھ ذکر کیا۔ کہیں کافرین کا ذکر ساتھ مومنین کا ذکر، کہیں منافقین کا ذکر ساتھ متقین کا ذکر، اسی طرح اہل ایمان میں سے بعض کو محبوبین بعض کو محبین کہا۔ گویا اہل ایمان میں کچھ ایسے ہیں جو اللہ سے محبت کرتے ہیں اور کچھ ایسے

خوش نصیب ہیں جن سے اللہ محبت کرتا ہے۔قرآن پاک دونوں کا ذکر ایک ہی جگہ کرتا ہے۔

اسی طرح کچھ وہ ہیں جو اللہ سے راضی ہوتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے وہ جس حال میں ہوں اللہ ان سے راضی ہے اللہ جس حال میں رکھے وہ اللہ سے راضی ہیں۔

فرمایا گیا کہ کچھ لوگوں سے اللہ دوستی کر لیتا ہے۔تو دوستی یک طرفہ نہیں ہوتی بلکہ دوستی دونوں جانب سے رضامندی کا نام ہے۔ پھر جب دوستی ہوگئی تو نہ یہ اللہ کی بات سے پھرتے ہیں نہ اللہ ان کی بات کو ٹالتا ہے۔انھیں اللہ کی رضا کے سوا کچھ اور شے مطلوب نہیں ہوتی۔

یہ تعلق دوستی کا ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان قایم ہو جاتا ہے۔

جس نے میرے ولی کو ایذا دی وہ مجھ سے جنگ کے لیے تیار ہو جائے۔جبکہ حضرت مجدد الف ثانی شیخ الاسلام یہ ولی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ جس کو بدبخت کرنا چاہتا ہے اس کو اپنے محبوبوں (اولیاء) کا مخالف بنا دیتا ہے۔''

بعض کتابوں میں لکھا ہے:

''جب اللہ کسی کی بدبختی کی وجہ سے اس پر محرومی مسلط کرنا چاہتا ہے تو اس کے دل میں ولیوں کے لیے شک پیدا کر دیتا ہے''

جو اللہ کے دوست ہیں وہ عام طور پر تین طرح کے عظیم گروہوں میں سے ہوتے ہیں۔اور وہ جب دنیا میں آتے ہیں تو ان کے احوال جدا جدا ہوتے ہیں۔ان کے کام کے طریقے جدا جدا ہوتے ہیں۔ان کے دائرہ کار جدا ہوتے ہیں،ان کے انقلاب بھی جدا ہوتے ہیں پھر جہاں وہ قدم رکھیں ان کے اثرات بھی جدا جدا ہوتے ہیں۔

امت میں عقائد کی کمی بیشی ہونے لگے، آداب الوہیت پیش نظر نہ رہے، آداب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پیش نظر نہ رہے، کتاب وسنت سے روگردانی ہونے لگے، تب اولیاء اللہ ان تین گروہوں کی صورت میں آتے ہیں۔

۱......مصلحین کا گروہ

۲......مجتہدین کا گروہ

۳......مجددین کا گروہ

جب قوم پر زوال آتا ہے تو رب قدیر اپنے ان ولیوں کے گروہوں میں سے کسی کو طلب کرتا ہے اگر زوال معمولی درجے کا ہو تو مصلحین (یعنی اصلاح کرنے والے) میں سے کسی کو طلب کرتا ہے، زوال بڑھ جاتا ہے تو مجتہدین کے گروہوں میں سے کسی کو طلب کرتا ہے، بگاڑ اگر اب بھی کنٹرول میں نہ آئے تو مجددین میں سے کسی کو طلب کیا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح فرمایا کہ:

''میری امت میں ہر سو سال گزرنے پر مجدد آئے گا جو دین کے مزاج کو دین کے مطابق اور زمانے کے بگاڑ کو درست کرے گا''

وجہ کیا ہے؟ دراصل مجدد اس کام کو اس انداز سے سنوارتا ہے کہ اس کے چلے جانے کے بعد بھی اس کام کی تاثیر سو سال تک باقی رہتی ہے۔ لہٰذا مجدد ولایت کا اعلیٰ مقام ٹھہرا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ کہ جو خود کو اہلِ اللہ سے محبت کرنے والے ثابت کرتے ہیں مگر جب اللہ کے کسی ولی کی شان مجددیت کی بات کی جائے تو اس پر اعتراض کرتے ہیں گویا وہ خود کو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مقامِ مجددیت کے علمبردار ہیں اور جسے چاہیں مجدد بنا دیں تو جان لیں اس بات کو۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

یہ وہ شان ہے کہ جو دنیا میں بنانے سے نہیں بنتی بلکہ مجددیت اللہ کی طرف سے عطا کردہ مقام ہے ۔نہ کہ یہ کسی ادارے یا شخص کا عطا کردہ مقام ہے۔مجددیت ولایت کا اعلیٰ مقام ہے تو جو ولی سے بغض رکھے اس سے اللہ کا اعلان جنگ ہے چاہئے اس شخص کو کہ جو اللہ کے کسی بھی ولی سے کسی بھی جہت میں بغض رکھتا ہے اسے اپنی اصلاح کرلینی چاہئے۔ورنہ اگر ہم غور کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ امت میں کچھ لوگوں نے اصلاح کے نام پر بگاڑ پیدا کیا۔جس طرح قرآن پاک میں منافقوں نے کہا کہ ہم اصلاح کرنے والے ہیں۔

اسی طرح کچھ لوگوں نے امت میں اصلاح کی بات کی مگر یہ لوگ بھی اصلاح کے نام پر امت میں تفرقہ پھیلا رہے ہیں ۔یہ ایمان کے نام پر امت کو کافر بنارہے ہیں یہ توحید کے نام پر امت کو مشرک بناتے ہیں یہ محبت کے نام پر امت میں نفرتیں پھیلا رہے ہیں ایسے ہی کچھ لوگوں کی مثال ہمیں تاریخ میں بھی ملتی ہے۔محمد بن عبدالوہاب نجدی اس تحریک کا بانی ہوا اس نے اصلاح کا علم بلند کیا اس نے اجتہاد کا علم بلند کیا اس نے تجدید کا علم بلند کیا مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس نے سوائے تنقیض شان رسالت اور تنقیض شان اولیاء کے اس مرد بدبخت نے امت کو کچھ نہ دیا۔

اس کی اصلاح یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ مبارک کو (صنم اکبر) کہا جائے ۔اس کی اصلاح یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کی زیارت کی نیت کو حرام کہا جائے اس نے کہا کہ ولی کوئی شے نہیں اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ۔یہ سب کچھ اس نے اصلاح کے نام پر کہا اس نے کہا کہ اسلام میں ہمارے سوا کوئی مومن اور ملحد نہیں حجاز مکہ مدینہ کے لوگ مشرک ہیں یہ سب اسلام کے نام پر کیا گیا۔

جب تنقیض شان رسالت اور تنقیض شان اولیاء حد سے بڑھنے لگی تو رب قدیر نے امام احمد رضا کو طلب کیا پھر آپ نے مجددیت کا حق شان رسالت اور شان اولیاء کو منفرد کر کے امت کے سامنے رکھا۔

اور جب توحید پر حملہ ہوا تو بادشاہِ وقت نے خود ساختہ دین دینِ اکبری (دین الٰہی) کو رائج کرنا چاہا یعنی مومن اور کافر بھائی بھائی اور دونوں کا نکاح جائز اور مسجدوں کو ڈھا کر ان کی جگہ مندر قائم کیے جانے لگے اور دین کی اصل روح کو مٹانے کی کوشش کی جانے لگی تب رب قدیر نے دین متین کی فتح و نصرت کے لیے سرہند سے ایک بدرِ کامل کہ جن کا نام احمد تھا اور وہ فیضِ رحمتِ مصطفوی بن کر دین متین کے سالار اعظم بنے اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جو معرکہ شیخ احمد سرہندی نے جس انداز میں جیتا اور اسے سر کیا اس کی مثال شاید ہی کہیں ملتی ہے کہ نہ تلواریں چلیں، نہ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوا، نہ کسی کے مال کو لوٹا گیا اور نہ ہی کسی پر ظلم ہوا بلکہ آپ نے فیض مصطفوی کے صدقے میں وہ کارنامہ سرانجام دیا کہ جو اپنی مثال آپ ہے اور اپنے علم و عمل اور حکمت سے دین الٰہی کے فتنے کو ایسا نیست و نابود کیا اور زمین در گور کر دیا کہ آج پوری روئے زمین پر کوئی دین الٰہی کا ماننے والا نہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی شخصیت وہ عظیم شخصیت ہے کہ آپ کو سمجھنا اور آپ کے مقام کو پہچاننا کسی عام شخص کی بات نہیں کچھ لوگ آپ کے بارے میں یہ بات کہتے ہیں کہ آپ نے صرف توحید پر کام کیا تو بات یہ ہے کہ مجدد وہ عظیم شخصیت کا مالک ہوتا ہے جو امت میں موجود فی زمانہ فتنہ اور شر کو ختم کرتا ہے اور زوال پذیر حالات امت کو سنوار کر دین کے اصل روپ میں سامنے رکھتا ہے۔ ورنہ آپ مکتوبات اٹھا کر دیکھیں تو ہمیں امام ربانی کی شخصیت میں عشق رسالت کا غلبہ محسوس ہوتا ہے۔ پھر آپ کی اپنی زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی اتباع پر مبنی

نظر آتی ہے۔

آپ کے ایک جلیل القدر خلیفہ بدرالدین سرہندی لکھتے ہیں کہ میں نے امام ربانی کو جب بھی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا آپ فرماتے ہیں کہ میں حدیث کی کتابیں دیکھتا اور امام ربانی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا تو جس طرح حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا لکھا تھا بالکل اسی طرح سے آپ کو نماز پڑھتے دیکھتا۔

کافی ہے بس ایک نسبت سلطان مدینہ

امام ربانی کا قیام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام، امام ربانی کا رکوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع ہوتا، امام ربانی کے سجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجود ہوتے۔تو گویا یوں محسوس ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور امام ربانی آپ کو دیکھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔جس طرح اقبال نے کہا!

اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز تیرے نظارے کا اک بہانہ بنی
اداء دید سراپا نیاز تھی تیری
اور کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

گویا آپ مجسمہ عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور یہ سرکار علیہ السلام کا فیض تھا کہ عالم اسلام میں جتنے مجدد آئے وہ یک جہتی مجدد ہوتے یا کوئی دو جہتی مجدد ہوتے لیکن امام ربانی پر یہ کرم خاص ہے کہ آپ کی شخصیت وہ شخصیت ہے کہ جسے ہمہ جہتی مجدد کہا جاتا ہے۔گویا آپکی ایک ایک ادا دین متین کو منفرد و اعلیٰ مقام بخشنے والی تھی اس لیے آپ کے فیض کا دریا جاری وساری ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو کام کیا وہ بھی آپ کا فیض تھا۔امام اہلسنت شاہ

احمد رضا علیہ الرحمۃ نے بھی جو کام کیا وہ بھی آپ کا فیض تھا اور اب مجدد العصر شیخ المشائخ حضور مسعود ملت علیہ الرحمۃ نے جو کام کیا وہ بھی امام ربانی کا فیض ہے۔ آپ علم اور روحانیت کا سمندر تھے۔

تو ضروری ہے کا ان کا شارع بھی اس شخصیت کا مالک ہو جو اعلیٰ ترین مقام علم وعمل رکھتا ہو جس کی علمی قابلیت بھی قابل رشک ہو جیسے روحانیت پر بھی خاص تصرف حاصل ہو، جو ایمان وتقوٰی میں بے مثال ہو، جو کردار اور گفتار میں اپنی مثال آپ ہو، جو نگاہ باطن ڈال دے تو زندگیاں بدل جائیں جو توبہ کرے تو قلب نور ایمانی کی حلاوت پا جائے، جو عاجزی اور انکساری کا پیکر ہو، جو دنیا میں رہے مگر نگاہ ہر وقت اپنے مولا پر رکھے، جسے دیکھ کر بغض رکھنے والے اور خود ساختہ دشمنی رکھنے والے نگاہیں چرائیں، جو کرم پر ایسا مائل ہو کہ تکلیف دینے والا اور نقصان پہچانے کی کوشش کرنے والا اگر معافی چاہیں تو فوری معاف کر دے جس کی زبان سے جو لفظ نکل جائے وہ لوگو ں کے لیے گوہر نایاب ہو جائے جس کے قلم کی سیاہی دو عالم منور کر دے، جو سرتا پا عبادت وریاضت اور خشیت الٰہی کا پیکر ہو جو اپنوں پر ہی نہیں غیروں پر بھی کرم فرمائے ۔جسکے علم اور تقوٰی کو حکمران وقت بھی، امراء بھی اور ہم عصر علماء اور مشائخ اور حتٰی کہ غیر مسلک سے تعلق رکھنے ان کے اکابرین اور بڑے بھی سب تسلیم کریں اور کہیں کہ اس دور میں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

تو نگاہ ایزدی متلاشی ہے اور ایک ہی ہستی پر ٹھہرتی ہے۔ اور وہ ہستی مجدد العصر حضور مسعود ملت علیہ الرحمۃ کی ہے۔ مجدد کا شارح بھی وہی ہو سکتا ہے کہ جسے رب قدیر وہی مقام عطا فرمائے (چونکہ لفظ شارح کے معنی تشریح کے ہیں)۔ جب یہ تشریح کرنے والا اپنے کام میں لگ جاتا ہے تو اس کو تہہ تک پہنچاتا ہے اس لیے شارح کے لیے عربی میں کہا جاتا ہے!

شَرُ عُکَ مَا بَلَغکَ الُمَحَلُ

تمہارے لیے اس قدر رزادراہ کافی ہے جوتم کومنزل مقصود تک پہنچادے۔اس لیے اس کے معنی میں قانون سازی بھی آتی ہے مثلاً شرعاًللقوم،قوم کے لیے قانون بنانا۔تاکہ ان کو ان کی منزل تک پہنچایا جائے۔(اور شریعت مذہبی قانون کو کہا جاتا ہے)اسی سے لفظ سے شارح آتا ہے جسکا مغزیہ ہوتا ہے کہ کسی چیز یا شخصیت کی تشریح کرتے ہوئے اسکی اصل تک رسائی حاصل کی جائے۔جب شارح اپنے مشروع کی تشریح کرتا ہے تو اسکے تمام حالات و واقعات تک رسائی حاصل کرتا ہے۔اور ان حالات و واقعات کو نکھار کر دوسروں تک پہنچاتا ہے اس لیے شارح کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس چیز کی تشریح کرے اس کے متعلق اس کو علم حاصل ہو اس لیے جب اسے اپنی تشریح کرنے والی شے کے متعلق علم ہوگا تو واضح کر سکے گا۔

شرح کا ایک معنی کسی چیز کو الگ الگ کرنے واضح کرنے کے بھی آتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے:

''شَرَحَ اللّٰہُ صَدرَہٗ لِمَقبُوُلِ الُخَیرِ فَانُشَرَحُ''

''اللہ نے اس کے سینے کو خیر قبول کرنے کے لیے کشادہ کردیا اور وہ کشادہ ہوگیا۔''

اسی طرح ارشاد ہے:

مَنُ یُرِدِ اللّٰہَ بِہٖ خَیرًا یُفَقِّھہُ فِی الُدِیّنِ

''جس کے لیے اللہ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔''

معلوم ہوا کہ شارح کو اللہ کی طرف سے کشادگی اور خیر حاصل ہوتی ہے اس لیے وہ اپنے رب کی عطا سے اس کے احکامات کی تشریح کرتا ہے اور راہ خدا سے واقف کرتا

ہے۔

جب یہی تشریح کسی بندہ خاص کے لیے ہوگی تو اس وقت کسی ایک بندے کے ذریعے اللہ تعالیٰ دوسروں کو آگاہ کرتا ہے تو بعد میں آنے والے اپنے سابقین کے حالات وفکر سے واقفیت حاصل کریں اور ان کے لیے شارح کے ذریعے ان کو سمجھنے میں آسانی ہو سکے۔

تو امام ربانی کا شارح ہونے کے لیے مجدد العصر نے وہ کارہائے انجام دیئے کہ جو بے مثل ہے اور ثابت کیا کہ آپ ہی شارح امام ربانی ہیں۔لگ بھگ چار سو سال پہلے امام ربانی کے اس کام کو جس پر زمانے کی گرد چھانے لگی۔تب حضور مسعود ملت علیہ الرحمۃ نے آپ کی شخصیت وفکر ونظریات کو عام کرنا شروع کیا اور اس پر چھا جانے والی گرد کو ختم کیا۔آپ نے اس سلسلے میں ایک بڑا کارنامہ پندرہ جلدوں پر محیط ایک عظیم الشان شاہکار (جہان امام ربانی) کے نام سے تحریر فرمائی اور عالم اسلام کو ایک نایاب اور نادر تحفہ دیا کہ جس کے ذریعے بعد میں آنے والے مسلمان اپنے دور کے مجدد صاحب نظر، صاحب کرامت اور اللہ کے خاص برگزیدہ بندے کے احوال جان سکیں اور ان کی تعلیمات سے فیض حاصل کریں۔یہ پندرہ جلدیں ایک ایسا کارنامہ ہے کہ جس کی یاد ہمیشہ رہے گی۔

شارح امام ربانی ہونے کا حق آپ نے اس طرح بھی ادا کیا کہ ۱۹۹۱ء سے لیکر ۲۰۰۸ء تا دم وصال آپ کی تعلیمات کی ذخیرہ عظیم مکتوبات امام ربانی کا درس جاری رکھا، اسی درس میں آپ نے امام بانی کے پیغام کے وہ گوہر عوام میں تقسیم کیے کہ جس کو سمجھ کر سن کر اور جن سے فیض حاصل کر کے بے شمار لوگوں نے سلسلہ نقشبند کی پیروی کی اور آپ کی شخصیت کو آئیڈیل بنایا۔یہ مجدد العصر حضور مسعود ملت علیہ الرحمۃ کا کارنامہ ہے اور آپ امام ربانی کے شارح ہوئے اور آپ نے جو تعلیمات امام ربانی

کی عام کیں اس کا ثمر یہ ہے کہ آپ کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی وہ درس مکتوبات ربانی کا سلسلہ شہزادہ مسعود ملت جانشین مسعود ملت سجادہ نشین آستانہ عالیہ مسعودیہ صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد صاحب جاری رکھے ہوئے ہیں اور مکتوبات کے ذریعے آج بھی آپ کی فکر کو عام کیا جارہا ہے اور ان ہی مکتوبات کے ذریعے امام ربانی مجدد الف ثانی کا فیض خلق خدا میں تقسیم کیا جارہا ہے۔

آپ شارح امام ربانی ہیں اور اسکی دلیل یہ ہے کہ جو درس مکتوبات شریف کے آپ نے دیے ان کو خلیفہ مسعود ملت مولانا اقبال اختر القادری نے جواہر مکتوبات مقدسہ کے نام سے مرتب فرمایا ہے۔اور انشاء اللہ حضور مجدد العصر حضور مسعود ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے پہلے عرس پر منظر عام پر لایا جائے گا۔گویا جو کام حضور مسعود ملت نے شروع کیا آج بھی آپ کے فیضان کرم سے آپ کے محبین ،مریدین اور چاہنے والے اس کام کو سرانجام دے رہے ہیں۔اور آج کی یہ ساتویں امام ربانی کانفرنس بھی اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ شارح امام ربانی ہیں۔

اگر ہم حضور مسعود ملت کے علمی کارناموں کا ذکر کریں یا ان پر روشنی ڈالیں اس کے لیے باقاعدہ کئی نشستیں کرنی پڑیں گی مگر میں نے آپ کے شارح امام ربانی ہونے کے لیے چند کلمات ادا کردیے۔

اگر ہم اس بات پر غور کریں کہ دو مجددین پر کام کوئی آسان کام نہیں۔لیکن محسوس یہ ہوتا ہے کہ جب مسعود ملت اعلیٰ حضرت پر کام کرتے ہیں تو ماہر رضویات کا لقب پاتے ہیں۔اور امام ربانی پر کام کرتے ہیں تو شارح امام ربانی کا لقب پاتے ہیں۔یہ القاب کیوں مل رہے ہیں تو میرا وجدان جواب دیتا ہے کہ مجددین جانتے ہیں کہ ان پر کام کرنے کا حق غیر مجدد ادا نہیں کرسکتا لہٰذا دونوں مجددین اپنا کام جس شخصیت سے لے رہے ہیں وہ مجدد العصر ہیں۔کیوں کہ یہ بھی دنیا کا اصول ہے کہ کوئی بھی شخص کسی

مقام کو بیان کرنے کا اور اسکی شرح کرنے کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتا کہ جب تک خود اس مقام پر فائز نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْم (سورۂ یوسف)

''ہر علم (جاننے والا) والے کے اوپر اس سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اہل علم کے درجات مختلف ہوتے ہیں۔ کسی کا درجہ کم اور کسی کا درجہ زیادہ ہو سکتا ہے اس لیے آیات قرآنی میں لفظ فوق کا استعمال ہوا جس کی ضد تحت ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے تحت کے بعد کا درجہ فوق ہے اور ہر وہ جو کہ کمال علم یا کمال مرتبہ حاصل کر لیتا ہے جو کہ اس سے پہلے والے کے برابر ہو یا اس سے بڑھ جائے تو بڑھنے کی صورت میں اسے فوق کہا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن میں لفظ فوق کا استعمال ہوا ہے اور حکم قرآنی ہمیشہ کے لیے ہیں تو معلوم ہوا کہ ہمیشہ اہل علم کے درجات کو بلندی ملتی رہے گی۔

تو جو لوگ یہ سمجھے ہیں کہ ایک اہل مرتبہ، مقام کو جب اس کا مقام مل گیا تو اب اس سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا ہے۔ فضائل اور کمال کے لحاظ سے تو قرآن نے انبیاء علیہم السلام کو بھی ایک دوسرے پر فضیلت کو واضح کیا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَات

تو معلوم ہوا کہ فضیلت درجات میں انبیاء بھی یکساں نہیں بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے اور کمال مدینہ سب سے آخر میں آنے والے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو کہ ظاہراً آخری نبی ہیں۔ تو جو لوگ وارث انبیاء ہوئے اور انبیاء کی وراثت علم ہے جب انہوں نے علم کا مرتبہ کمال حاصل کیا اور وہ

والرّسخون فی العلم کی عملی تفسیر بنے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کمال مرتبہ عطاء کیا۔ اب وہ اپنے سے پہلے گذرنے والے اہل علم کے مراتب کو بھی حاصل کر لیتا اور اس سے زیادہ بھی۔لہٰذا ہر سو سال گذرنے کے بعد امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مجدد کا پیدا ہو جانا اس لیے کہ وہ امت کی اصلاح کرے اور امت کو راہِ خدا سے روشناس کرائے۔اگر اس کا علمی مرتبہ اور مقام حاصل نہیں ہوگا تو وہ کیسے اپنے حق کو پورا کر سکتا ہے۔لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ایک مجدد کے بعد دوسرا مجدد بھی ان ہی اہل علم میں سے ہوگا۔اور اس کا علمی مقام بھی مسلم ہوگا اور ضروری ہے کہ اہل تجدید اور ان کے کو پڑھانے والوں کے مراتب کو سمجھا جائے اور ان کی پیروی کی جائے تو ان سے فیض حاصل کیا جا سکتا ہے ورنہ کوئی فائدہ نہیں مل سکتا ہے۔

اگر اہل قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نبی برحق کی نظر سے دیکھتے اور ان کے عطا من جانب اللہ مرتبہ کمال کو سمجھ لیتے تو یقیناً اہل ہدایت بن جاتے اور کوئی ابولہب نہیں بنتا۔ کیوں کہ ابولہب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نبی برحق نہیں بلکہ ایک یتیم قریش کی نظر سے دیکھتا تھا۔اس لیے ہمیشہ کے لیے جہنمی ہو گیا۔اور جس کسی نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق اور داعی الی اللہ کی نظر سے دیکھا تو وہ مقام صحابیت سے نوازا گیا۔ کسی کو صدیق رضی اللہ عنہ، کسی کو فاروق رضی اللہ عنہ، کسی کو عثمان ذوالنورین اور کسی کو علی المرتضیٰ کا لقب عطا ہوا۔ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے اللہ کے نبی کی پیروی کی ہے اور فرمانبردار بنے۔تو مرتبہ اور مقام ان کا مقدر بن گیا اور جن لوگوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو صرف سنا اور اپنی طرف اس دعوت میں حیلے اور بہانے تلاش کیے تو وہ ہدایت سے دور ہوتے چلے گئے اور ہمیشہ کے لیے ناکامی ان کا مقدر بنی رہی۔

تو معلوم ہوا جو کوئی بھی راہ حق کا متلاشی ہوتا ہے اور راہ علم پر گامزن ہوتا ہے تو وہ

اپنے علم میں کمال حاصل کر لیتا ہے۔اور منفرد ہو جاتا ہے۔لیکن ان کے علم سے ہدایت کی راہیں نکلتی ہیں نہ کہ دین کی تنگ نظری کی۔قرآن ذریعہ علم ہے اس لیے اس کو یہ کمال حاصل ہوا ہے کہ اس کو مصدق بین یدیہ بنایا گیا۔یہ نہ صرف علم میں راہ بناتا ہے بلکہ سابقہ تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

اسی طرح نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ ظاہراً سب انبیاء سے آخر ہیں مگر سب انبیاء کی تصدیق کرنے والے ہیں۔تو جو بھی وارث نبی ہوتا ہے وہ اگر چہ بعد والے زمانے میں آیا ہوا پنے سے پہلے گذرنے والے اہل علم کی تصدیق کرتا ہے بلکہ اجاگر کرتا ہے۔اور اگر بعد میں آنے والا (اہل علم) اپنے علم کی روشنی اور عطا من جانب اللہ کمال کی وجہ سے اپنے سے پہلے گزرنے والے حضرات اہل اللہ کے کام کے تسلسل کو نہ صرف برقرار رکھے بلکہ اس میں اضافہ بھی کرے اور اس کام کو مستحکم سے مستحکم کردے تو اس سے سابقین کے مرتبہ ومقام پر کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ سابقین (پہلے گذرنے والے) کا کیا ہوا کام اور زیادہ ہو جاتا ہے۔جس طرح زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اسلام محدود خطہ دنیا میں تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء نے اس کام کو بڑھایا۔مثلاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام کو ترقی ملی اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام پوری دنیا میں متعارف ہوا اور بہت سی فتوحات ہوئیں جو کہ دور اول میں نہ تھیں۔تو معلوم ہوا کہ پہلے کام کر کے جانے والوں کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔اور یہ ذمہ داری عائد ہوتی بعد میں آنے والوں پر اس لیے بعد میں آنے والے اس کام کو نہ صرف جاری رکھتے ہیں بلکہ اس کام میں اصل کے مطابق اضافہ بھی کرتے ہیں۔اس لیے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ

> ’’تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور مسئول ہے اپنی رعیت کے بارے میں‘‘

اور قرآن میں ہے۔

وَالَّذِیْنَ اُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَات.

ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہے کہ حضور مسعود ملت کی زندگی علم کے حصول اور اس کی نشر واشاعت سے تعبیر ہے نہ صرف علم کی نشر واشاعت بلکہ روحانی علوم و فیوض سے بھی آپ کو بہرہ مند رکھا گیا اس لیے آپ عالم با عمل اور صوفی و درویش کے روپ میں بھی نظر آتے ہیں اور آپ نے عمل اور روحانیت کے میدان میں مخلوق خدا کی راہنمائی فرمائی۔ اس لیے آپ کی زندگی کا ہر پہلو راسخ فی العلم کی عملی تفسیر نظر آتی ہے کیوں کہ آپ علم شریعت علم معرفت (طریقت) کا مجسم پیکر نظر آتے ہیں۔ کیونکہ علم وہ علم ہونا چاہیے جو علم نافع ہو۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! کہ

''جس علم سے نفع نہ ہو میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں۔''

اس بات سے یہ پتہ چلا کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔

ایک علم صرف معلومات تک محدود رہتا ہے جس سے کسی کو نفع نہیں پہنچتا۔

اور

دوسرا علم وہ ہے جس کے حصول کے بعد حاصل کرنے والے اور دوسروں کو جن تک منتقل کیا جاتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے۔ دراصل اصل علم یہی علم ہے جسے علم نافع کہا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں ہاروت اور ماروت کے مقام پہ فرمایا گیا کہ کچھ لوگ وہ علم حاصل کرتے ہیں کہ جس سے نفع نہیں بلکہ نقصان پہنچتا ہے۔ اس لیے حضور داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ والرضوان نے کشف المحجوب میں فرمایا کہ:

''تصوف کا پہلا قدم علم ہے۔ گویا تصوف اور صوفیاء کا جہالت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور جو لوگ علم نافع رکھتے ہیں وہی اولیاء

وصوفیاء اور اللہ کے خاص بندے ہیں۔

شریعت اور طریقت دونوں کا تعلق علم سے ہے اور جب یہ علم علمِ
نافع ہو تو ولایت وجود میں آتی ہے کہ جو مقربین کا خاصہ ہے۔ جو
لوگ علم نافع رکھتے ہیں ان ہی کی صحبت سے فائدہ ہوتا ہے۔''

اور مجدد العصر حضور مسعود ملت علیہ الرحمۃ علم نافع کی تفسیر تھے اسی لیے جو ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا وہ ہمیشہ کے لیے آپ کا گرویدہ بن جاتا۔

جیسا کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین، متعلقین اور محبین کو نصیحت فرمایا کرتے کہ:

''جب کسی کی صحبت (تعلق) اختیار کرو تو یہ دیکھ لو کہ اس کی صحبت
اور تعلق دنیا کے ساتھ آخرت میں بھی کام آئے، اس کی صحبت
اختیار کرو۔''

اور ایک مقام پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ:

''میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتا دوں کہ جو اللہ تعالیٰ
کے خاص اور مقرب بندے ہیں جن پر خصوصی انعامات کیے
گئے۔''

صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتا دیجیے۔ فرمایا:

۱......وہ لوگ جنہیں دیکھ کر اللہ کی یاد آ جائے

۲......وہ لوگ جن کا عمل دیکھ کر آخرت کی یاد آ جائے

۳......وہ لوگ جن کا کلام سن کر تمہارے دل نور ایمانی سے منور ہو جائیں۔

فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہیں اللہ نے اپنا خاص دوست بنا لیا اور
جنہیں جنت کا حق دار بنایا۔''

اگر ہم مجدد العصر حضرت مسعود ملت علیہ الرحمۃ کی سیرت پر غور کریں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپ کی ذات ان تمام مقامات کی عملی جامہ تھی اور یقینی طور پر آپ اللہ کے ان مقربین کے گرہ میں شامل ہیں کہ جنہیں جنت کا حق دار بنا دیا گیا۔

اور جو لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں، تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی اس عظمت کو جو عظمت باری تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی نشر و اشاعت کے لیے کارنامے انجام دیئے اور تمام زندگی خلق خدا کو اس طرف متوجہ رکھا۔ اس لیے خود ساختہ صاحبان علم طریقت کے مکر و فریب کو بے نقاب کرتے ہوئے حضور داتا علی ہجویری نے فرمایا:

''تین قسم کی صحبت میں نہ بیٹھو،

(۱) بے عمل علماء

(۲) بے اصول فقراء

(۳) بے علم صوفیاء''

بے عمل علماء کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کو اپنے دل کا کعبہ بنالیا اور شریعت سے حیلہ بنا کر اپنی بے عملیوں کو چھپاتے ہیں اور عوام میں عزت حاصل کرنا ان کے سجدوں کی محراب ہے۔ اور جب کلام کرتے ہیں تو اس میں بہت بناوٹ لاتے ہیں اور حسد کرتے ہیں۔ اور جب کسی میں بڑائی دیکھے تو اس سے حد درجہ حسد کرتے ہیں۔''

آپ آگے ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ لوگ عمل کے ساتھ ساتھ علم سے بھی خالی ہوتے ہیں۔''

کچھ لوگ جو خود علمیت کا معیار سمجھتے ہیں اگر ہم آج کے دور میں بھی نگاہ دوڑائیں

Qari Muhammad Sharif